حافظ شیرازیؒ اور علامہ اقبالؒ کے عرفانی تصوّرات کا تقابلی جائزہ

Comparative Review of Mystical Concepts of Hafiz Sheerazi and Allama Iqbal

Open Access Journal
Qtly. Noor-e-Marfat
eISSN: 2710-3463
pISSN: 2221-1659
www.nooremarfat.com
Note: All Copy Rights are Preserved.

Syeda Tayyaba Rubab
(Assistant Professor, Department of Urdu, Narwala Bangla 61 JB, Faisalabad)

Abstract:

Khawaja Shams-ud-Din Hafiz Shirazi is a famous Persian poet. He expresses deep mystical thoughts and pure religious sentiments in his poetry. We can see in his poetry the features of an artist, universal authenticity, and mystical thought and feeling. We also see such features in Allama Iqbal. Given that Hafiz was Iqbal's predecessor in time, it can be argued that the latter was influenced by the art and ideas of the former. However, Iqbal disagrees with Hafiz's view of Sufism. According to Iqbal, Hafiz's theory of Sufism was useful in his own period, but now, in Iqbal's time, a constant struggle was needed. Therefore, Iqbal's love is the proponent of a constant struggle. This article presents a comparative study of Hafiz and Iqbal, based on their mystical ideas.

Keywords: Hafiz Shirazi, Allama Iqbal, Mysticism, Love, Heart, Human.

خلاصہ

خواجہ شمس الدین حافظ شیرازی فارسی کے مشہور شاعر ہیں۔وہ اپنی شاعری میں گہرے عرفانی خیالات اور خالص دینی جذبات کی ترجمانی کرتے ہیں۔ ہم ان کی شاعری کے آئینے میں ایک ماہرِ فن کی خصوصیات،آفاقی صداقت، اور عرفانی فکر و احساس کی جھلک دیکھ سکتے ہیں۔ہمیں علامہ اقبال کے ہاں بھی ایسی خصوصیات نظر آتی ہیں۔یقینا حافظ کو علامہ اقبال پر زمانی تقدّم حاصل ہے جس کی روشنی میں یہ دعوی کیا جاسکتا ہے کہ اقبال، حافظ کے فن اور افکار، دونوں سے متاثر ہوئے ہیں۔ تاہم اقبال کو حافظ کے نظریۂ تصوف سے اختلاف بھی ہے۔اقبال کے مطابق حافظ کا نظریۂ تصوّف اُن کے اپنے دور میں مفید تھا لیکن اب وقت کا تقاضا جہدِ مسلسل ہے۔ لہٰذا اقبال کا عشق، عمل پیہم کا پیامبر ہے۔یہ مقالہ اقبال پر حافظ کے تاثیر اور ان کے عرفانی تصوّرات کا تقابلی جائزہ پیش کرتا ہے۔

کلیدی الفاظ: حافظ شیرازی، علامہ اقبال، عرفان و تصوّف، عشق، دل، انسان۔

مقدمہ

تصّوف و عرفان ادراکِ حقیقت کا ایک ایسا علم اور ایک ایسی عملی روش ہے جس نے عالمِ اسلام کے دامن میں پرورش پائی ہے۔ اس مشرب نے اپنی گود میں بڑی بڑی شخصیات کی پرورش کی ہے؛ ایسی شخصیات جنھوں نے اپنے کردار اور کلام، دونوں کے ذریعے تاریخ اسلام پر ان مٹ نقوش چھوڑے ہیں۔ خواجہ شمس الدین حافظ شیرازی اور علامہ محمد اقبال کا شمار انہی شخصیات میں ہوتا ہے۔ ان دونوں نے اپنے صوفیانہ اور عارفانہ کلام کے ذریعے تفکرِ اسلام کی آبیاری کی ہے۔ لہٰذا یہ ضروری ہے کہ ان شخصیات کے عرفانی تصوّرات پر تحقیقی کام انجام دیا جائے؛ ان کے اشتراکات اور مختصات کو اجاگر کیا جائے اور ان کی فکر کی ضیاء کو عام سے عام تر کیا جائے۔ ذیل میں چند اہم عناوین کے تحت عالم اسلام کے ان اہم اور عہد ساز شعراء کے عرفانی نظریات و تصوّرات کا تقابلی جائزہ پیش کیا جارہا ہے:

1. حافظ کا تصوّرِ دل اور عشق

صوفیانہ روش اور عارفانہ مشرب میں "دل" اور "عشق" مرکز و محور کی حیثیت رکھتے ہیں۔ حافظ کے ہاں دل اور عشق لازم و ملزوم ہیں۔ دل اسرار الٰہی کی تجلی گاہ ہے اور تجلی عشق آفرین ہے۔ حافظ کی نظر میں دل وجدان کا مرکز ہے۔ لیکن اسے روشن کرنے کے لیے ریاضت کی ضرورت پیش آتی ہے۔ جب دل کا آئینہ صیقل ہو جاتا ہے تو اِس جامِ جم میں اسرار کی تجلی دیکھی جا سکتی ہے۔ جب دل پر اسرار منکشف ہوتے ہیں تو پھر یہ مادی دنیا کے مظاہر کی طرح دستبرد کی نذر نہیں ہوتا اور نہ ہی یہ اسرار کبھی تلف ہوتے ہیں۔ دل کا عالم مادی تغیرات کے باعث زوال پذیر نہیں ہوتا۔ دل کی اسی اہمیت کے پیش نظر حافظ شیرازی انسان کو اس کے باطن کی طرف مائل کرتے ہیں۔ وہ دنیاوی آسائشوں پر عشق کے انتخاب کو دل کا امتیاز سمجھتے ہیں:

عرضه کردم دو جهان بر دل کار افتاده

بجز از عشق تو باقی همه فانی دانست[1]

ترجمہ: "میں نے اپنے نڈھال دل پر دونوں جہاں پیش کیے لیکن اِس دل نے ترے عشق کے سوا باقی سب کو فانی جانا۔"

باقی صوفیا کی طرح حافظ نے جامِ جم کو دل کی علامت کے طور پر استعمال کیا ہے جس میں اسرار حق منکشف ہوتے ہیں اور حافظ ان کے سرور میں کھو جاتا ہے۔ مستی اور بے خودی حافظ کے عشق کی صفات ہیں۔ حافظ کے نزدیک دل کے جامِ جم کا مادہ اس دنیا کی مٹی سے نہیں بلکہ روحانیت سے بنا ہے۔ یہ گوہر خارجی دنیا میں نہیں ملتا بلکہ انسان

کا باطن ہی اس کا مسکن ہے۔ حافظ کا خیال ہے کہ اگر دل کا راستہ نہ ملے تو مئے خانے کا رُخ کرو کہ پیرِ مغاں کا دل اس پیالے کی طرح ہے جو اسرار کا خزانہ ہے۔

سالہا دل طلبِ جام جم از ما میکرد

آنچه خود داشت زبیگانه تمنا میکرد[2]

ترجمہ: "دل ہم سے سالہا سال سے جام جم مانگ رہا تھا؛ جو کچھ خود اُس کے پاس تھا وہ اسے غیر سے مانگتا رہا۔"

مشکلِ خویش بر پیرِ مغاں بردم دوش

کو بتائیدِ نظر حل معما میکرد[3]

ترجمہ: "میں اپنی مشکل کل شب پیر مغاں کے پاس لے گیا کیونکہ وہ نظر کی طاقت سے معمے کو حل کرتا تھا۔"

حافظ نے عشق و مستی کو عظمت انسانی کا سبب قرار دیا۔ حافظ کے نزدیک انسان نے روزِ الست جو عہد کیا اور خالق کو رب تسلیم کیا تو وہ دنیا و مافیھا سے بے نیاز اور زلفِ یار کی خوشبو میں محو ہو کر روزِ الست کے عہد میں کھو گیا:

عمریست تا ز زلف تُو بوئی شنیده ایم

زآں بوئی در مشام دل ما هنوز بوست[4]

ترجمہ: "ایک زمانہ گزر گیا جب ہم نے تیری زلف کی خوشبو سونگھی تھی ہمارے دل کی قوت شامہ میں اس کی خوشبو اب تک ہے۔"

حافظ کے نزدیک روزِ الست کے عہد و پیماں کے دوران محبوب کی آواز بہت دلنواز و دلربا تھی۔ حافظ مجاز میں بھی حقیقت کا عکس دیکھتے ہیں۔ اُن کے نزدیک عشق و مستی ہی توقیرِ آدم کا سبب ہے۔ اگرچہ حافظ کا عشق زمین سے جڑا ہوا ہے لیکن ان کے ہاں زورِ الست کا عہد عظمتِ انسانی کا روزِ ازل ہے۔ زمینی عشق انہیں دنیا و مافیھا سے آزاد کرتا ہے تو اس بے خودی میں روز الست کے محبوب کی دلربا آواز کی یاد تازہ کر دیتا ہے۔ یار کی زلف گرہ گیر کا اسیر عاشق زلف کی خوشبو کو عشق حقیقی سے ملا دیتا ہے۔ یہ وہ مقام ہے جو کسی اور مخلوق کو عنایت نہیں ہوا۔

مرادِ دنیا و عقبیٰ بمن بخشید روزی بخش

بگوشم قول چنگ اول بدستم زلفِ یار آخر[5]

ترجمہ: "روزی عنایت کرنے والے نے مجھے دنیا و عقبیٰ کی مراد دے دی؛ ابتدا میں میرے کان میں ساز کی آواز تھی اور آخر میں میرے ہاتھ میں زلفِ یار ہے۔"

2. اقبال کا تصوّرِ دل اور عشق

حافظ کی طرح علامہ اقبال نے بھی دل کو حیات انسانی کا مرکز و محور ٹھہرایا ہے۔ دل عشق کا مرکز ہے۔ انسان کے باطن کی کائنات عشق ہے۔ اقبال نے دل کو عقل پر فوقیت دی ہے۔ عقل صرف راستہ دکھاتی ہے۔ عشق و خودی تمام مظاہرِ کائنات پر حاوی ہیں جو خارجی دنیا کے محتاج یا اسیر نہیں بلکہ اس سے بے نیاز ہیں۔ بقول یوسف حسین خان: ''دل کو خارجی عالم کی پروا نہیں اسے اصلی خوشی اور اطمینان اندرونی عالم میں ملتا ہے۔ وہ جہانِ رنگ و بو اور پست و بلند کو خاطر میں نہیں لاتا۔ اس کی دنیا میں زمین وآسمان اور چار سو کا وجود نہیں۔ اس باطنی عالم میں سوائے ذاتِ خداوندی کے اور کچھ نہیں اس کے ذکر سے دل کو وسعت نصیب ہوتی رہے۔ یہاں اقبال کی دروں بینی اور حافظ کی پُراسرار باطنیت میں کوئی فرق باقی نہیں رہتا۔''[6] علامہ اقبال کے لئے دل کی متاع جو کہ اپنے ظہور میں عشق کہلاتی ہے، عالم ہستی کی قیمتی ترین متاع ہے:

من کی دولت ہاتھ آتی ہے تو پھر جاتی نہیں
تن کی دولت چھاؤں ہے آتا ہے دھن جاتا ہے دھن[7]

اقبال کی تمام مثالی شخصیات عشق کے باعث لازوال ہیں:

کافر کی یہ پہچان کہ آفاق میں گم ہے
مومن کی یہ پہچان کہ گم اس میں ہیں آفاق[8]

دل کی رسائی وہاں تک ہے جہاں عقل و حواس کی رسائی ممکن نہیں۔ دل معرفت نفس عطا کرتا ہے جو معرفت الٰہی تک لے جاتی ہے۔ دل زمان و مکاں اور گردشِ ایام سے ماوراء ہے۔ پاکیزہ دل الہام و وجدان کا مرکز ہے۔ اسی باعث انسان پر زندگی، موت، کائنات یہاں تک کہ عالم لاہوت کے راز منکشف ہوتے ہیں۔ دل میں جب تمنائیں جنم لیتی ہیں تو اس کا سفر اوج کمال کو پہنچتا ہے۔ جتنا آرزو کا سفر آگے بڑھتا ہے اتنا ہی دل کا مقام بلند ہوتا چلا جاتا ہے۔ دل کی ہنگامہ آرائیاں آرزو کے سبب ہیں۔ دل کا شعلہ حرکت کا سبب ہے۔ شوق و آرزو اقبال کے ہاں لازم و ملزوم ہیں۔ دل کی حرارت اور تپش جو اسے مائل بہ عمل رکھتی ہے۔ اقبال اسے شعلہ و شرر سے تعبیر کرتے ہیں۔ دل کی شکست وجدان کو متحرک کرتی ہے اور روح کو آشنائے راز۔ دل کا وجدان اپنے زمان و مکاں خود تخلیق کرتا ہے جو مادی کائنات اور گردشِ شام و سحر سے آزاد ہے:

گردش ماہ و ستارہ کی ہے ناگوار اسے
دل آپ اپنے شام و سحر کا ہے نقش بند[9]

اقبال کے ہاں حافظ کی سی مستی و سرشاری بھی نظر آتی ہے۔ البتہ حافظ کی مستی ترنم سے سرشار ہے اور خواب آور فضا میں ادراک و عرفان کا سبب بنتی ہے۔ جبکہ اقبال کی مستی بیداری و حرکت سے تعبیر ہے جو قوتِ عمل کی بدولت کمال سے ہمکنار ہوتی ہے۔ اقبال کے ہاں عشق میں فراق و وصال کے معاملات بھی حافظ کی طرح سوزِ قلب سے معمور ہیں۔ دونوں شعرا کے ہاں ذاتِ باری دیر و حرم سے بے زار اور قلب انساں کو مسکن بنانے کی مشتاق ہے۔ وہ ذات خود عشاق کو اپنے وصل کی راہیں دکھاتی ہے اور شوق بڑھانے کی خاطر فراق سے ہمکنار کرتی ہے۔ عاشق ذاتِ حق کو اپنے دل میں قیام کی دعوت دیتا ہے۔

وہ میرا رونقِ محفل کہاں ہے
میری بجلی مرا حاصل کہاں ہے
مقام اس کا ہے دل کی خلوتوں میں
خدا جانے مقامِ دل کہاں ہے![10]

3. حافظ اور اقبال کے ہاں عظمتِ انسانی کا راز

حافظ شیرازی اور علامہ اقبال، دونوں کے ہاں، انسان کی عظمت کا تمام تر راز، اُس کے دل کی حسن پرستی اور عشق ورزی میں ہے۔ یہی شوق و مستی انسان کی عظمت کا سبب ہے جو ذاتِ حق نے اسے ودیعت کیا ہے۔ خدا نے چاہا کہ میں پہچانا جاؤں تو اس نے انسان کو بنایا اور اس کی فطرت اپنی فطرت پر تخلیق کی۔ اسے اپنی صفات سے نوازا۔ عشق و محبت اسے ودیعت کیا اور اس کا مرکز خود کو ٹھہرایا۔ دنیا میں بھیج کر اس کے اندر خواہشات رکھ دیں۔ اسبابِ دنیا کو اس کے لیے پُر کشش بنا کے آزمائش میں مبتلا کر دیا۔ یہ پیکر خاکی ذلیل و رسوا ہو گا۔ اس کشش کے ہاتھوں، تھک ہار جائے گا اسباب دنیا کی خاطر مگر روح کو قرار نہیں ملے گا جب تک کہ روح کل سے منسلک نہ ہو جائے اور اسباب دنیا سے ہاتھ نہ اٹھائے۔ اسے مٹی کی کشش میں ریاضت کر کے خود کو اس قابل بنانا ہو گا یہ مٹی میں مل کے مٹی نہ ہو بلکہ اپنا وجود برقرار رکھ سکے اور مسجود ملائک ہی رہے۔ انسانی عظمت و کمال کے یہ مراحل شوق در شوق سے طے ہوں گے۔ بقول علامہ اقبال:

نہ ہو طغیانِ مشتاقی تو میں رہتا نہیں باقی
کہ میری زندگی کیا ہے؟ یہی طغیانِ مشتاقی[11]

4. حافظ اور اقبال کا تصوّرِ تقدیر

صوفیا عموماً نظریہ جبر کے قائل ہیں۔ ان کے مطابق جو کچھ مقدر میں ہو انسان وہی کرتا ہے۔ لیکن وہ بہ تقاضائے

ادب گناہ کو اپنی طرف نسبت دیتے ہیں اور گناہ کا اعتراف کرتے ہیں۔ حافظ شیرازی کا کلام یہ ظاہر کرتا ہے کہ وہ انسانی سرنوشت اور تقدیر کے معاملہ میں نظریۂ جبر کے قائل ہیں۔ گویا ان کے مطابق انسان مجبور محض اور خارجی قوتوں کے تابع ہے۔چونکہ اللہ تعالی ہر چیز پر قادر ہے لہٰذا انسان اپنے اعمال کا ذمہ دار نہیں بلکہ اس کے اعمال مشیت کے تابع ہیں۔ ساری کائنات نظریہ جبر کے تحت گردش کر رہی ہے۔انجم و کواکب، مہر وماہ، حیوانات، چرند پرند، سب قضاو قدر کے تابع ہیں۔ حافظ کہتے ہیں کہ گناہ پر مجھے ملامت نہ کرو اس کی ذمہ داری مجھ پر نہیں ہے:

بارها گفته ام و بار دیگر میگویم
كه من دل شده ایں ره نه بخود می پویم[12]

ترجمہ: "میں نے بارہا کہا ہے اور پھر کہتا ہوں کہ میں دل گم شدہ اس راستے پر خود نہیں دوڑ رہا ہوں۔"

من اگر خارم اگر گل چمن آرائےهست
كه از آں دست كه می پروردم می رویم[13]

ترجمہ: "میں اگر کانٹا ہوں اور پھولوں کا کوئی چمن آرا ہے تو میں اُسی ہاتھ کا پروردہ ہوں جس نے میری پرورش کی ہے۔"

حافظ کے ان اشعار کی روشنی میں بعض لوگوں نے یہی نتیجہ اخذ کیا ہے کہ حافظ نظریہ جبر کا قائل ہے اور وہ انسان کو ایک بے اختیار اور مجبورِ محض ہستی تصوّر کرتا ہے۔ حافظ شیرازی کے برعکس، اقبال کے ہاں انسانی اختیار کا تصوّر نمایاں نظر آتا ہے۔علامہ اقبال نے ضرب کلیم کی نظم "تقدیر" میں ابلیس و یزداں کے درمیان جو مکالمہ باندھا ہے اس میں ابلیس اپنے انکار کو مشیتِ ایزدی قرار دیتا ہے۔ لیکن بقولِ اقبال یزدان کا جواب کچھ یوں ہے۔

پستیٔ فطرت نے سکھلائی ہے یہ حجت اسے
کہتا ہے "تیری مشیت میں نہ تھا میرا سجود"
دے رہا ہے اپنی آزادی کو مجبوری کا نام
ظالم اپنے شعلۂ سوزاں کو خود کہتا ہے دود![14]

ایک اور مقام پر علامہ اقبال کا کہنا ہے:

مہرومہ و انجم کا محاسب ہے قلندر
ایام کا مرکب نہیں راکب ہے قلندر[15]

5. اقبال پر حافظ کی تاثیر

اگرچہ اقبالؒ کے حافظ سے فکری اختلاف کو زیادہ اہمیت دی گئی ہے مگر حافظ کی اقبالؒ پر تاثیر اور اقبال کی حافظ سے دلی وابستگی سے انکار ممکن نہیں۔ حافظ جو کہ ”لسان الغیب“ ہیں، اپنے شاعرانہ فن میں گہری معنوی تاثیر رکھتے ہیں۔ علامہ اقبال حافظ کی اس تاثیر سے متاثر ہوئے ہیں۔ دراصل، کسی شاعر سے اثر پذیری اور اسے خراج تحسین پیش کرنے کا ایک بہترین انداز اس کے رنگ میں شعر کہنا ہے۔ اقبالؒ نے اسی انداز میں حافظ سے اپنی عقیدت کا اظہار کیا ہے۔ علامہ اقبال نے ”پیامِ مشرق“ میں غزلیات کے حصے کو ”مئے باقی“ کا عنوان دیا ہے جو کہ حافظ سے اخذ شدہ ہے۔

بده ساقی، مئے باقی که در جنت نخواهی یافت

کنارِ آب رکنا باد و گلگشتِ مصلا را[16]

ترجمہ: "اے ساقی باقی شراب دے کہ تو جنت میں رکنا باد کی نہر کا کنارہ اور [شیراز کے صحرائے] مصلا کی سیر گاہ نہ پاسکے گا۔"

اقبال کی شاعری پر حافظ کے اثرات اتنے گہرے ہیں کہ اقبال کی شاعری جو الہام ووجدان کی مانند شاعر کے دل پہ اترتی ہے لاشعوری طور پر حافظ کے رنگ میں رنگی ہوئی ہے۔ بالخصوص پیامِ مشرق کی بہت سی غزلیں اپنی بحر، ردیف اور قافیہ میں حافظ کی دھن میں کہی گئی ہیں۔ اگرچہ مضامین مختلف ہیں لیکن حافظ کی سی جذب و مستی کا رنگ نمایاں ہے۔ بقول ڈاکٹر محمد ریاض: ”میدانِ غزل میں اقبال نے جہاں جہاں زمین حافظ میں قدم رکھا، حیرت انگیز حد تک کامیابی حاصل کی۔ نظیری کے بعد غالباً اقبال ہی وہ شاعر ہیں جنھوں نے خواجہ شیراز کی زمین میں بے باکانہ چہل قدمی کی ہے۔“[17]

ڈاکٹر سید محمد اکرم اکرام کا کہنا ہے کہ: ”اقبال حافظ کے انداز کو بے حد پسند کرتے تھے اور کہا کرتے تھے کہ جب میں حافظ کے رنگ میں ہوتا ہوں تو حافظ کی روح مجھ میں حلول کر آتی ہے، ایک اور سبب سے بھی انھوں نے حافظ کی پیروی میں غزلیں کہی ہیں وہ یہ کہ اقبال چاہتے تھے گوئٹے کے ”دیوانِ مشرقی“ کا جواب دیں۔ گوئٹے حافظ کی غزلیات کا شیدائی تھا لہٰذا اقبال کے لیے ضروری ہو گیا کہ وہ اس جواب کو حافظ کی زبان اور اس کے مخصوص انداز میں دیں۔“[18] اقبال پر حافظ کی تاثیر کا ایک شاہد یہ ہے کہ اقبال کے دل اور عقل کی وہی چپقلش نظر آتی ہے جو حافظ کے ہاں پائی جاتی ہے۔ اقبال کا دل حافظ سے متاثر ہے۔ یہی وجہ ہے کہ عقل و دل کی کشمکش میں آخرکار دل بازی لے جاتا ہے اور اقبال پر حافظ کے اثرات نمایاں نظر آتے ہیں: ”حافظ کے حسنِ بیان، حسنِ

اختراع، حسنِ تراکیب اور حسنِ آہنگ کا اثر علامہ اقبال پر تمام عمر رہا۔ حافظ کے فقر و مستی اور درویشی و بے نیازی کے مضامین بھی نقطۂ نظر کے اختلاف کے باوصف علامہ اقبال کے دل و دماغ پر مستقل اثرات چھوڑ گئے۔"(19)

6. حافظ پر اقبال کی برتری

علامہ محمد اقبال پر خواجہ شمس الدین حافظ شیرازی کی تاثیر کا انکار نہیں کیا جاسکتا۔ عشق کے معاملے میں اقبال حافظ کے زیر اثر ہیں۔ وہ حافظ کی طرح قائل ہیں کہ عشق روزِ ازل سے انسانی کی سرشت میں ہے۔ لیکن بعض تبصرہ نگاروں کا خیال ہے کہ اقبال کو اپنے تصوّر عشق میں حافظ پر واضح برتری حاصل ہے۔ کیونکہ حافظ کا عشق برائے عشق ہے۔ ان کا زمینی عشق ان پر بے خودی طاری کرکے انہیں روزِ الست کے پیمانِ عشق کی یاد دلاتا ہے۔ لیکن اقبال عشق کو ایک محرک قوت بنادیتے ہیں:

تُو رہ نوردِ شوق ہے، منزل نہ کر قبول
لیلیٰ بھی ہم نشیں ہو تو محمل نہ کر قبول
اے جُوئے آب بڑھ کے ہو دریائے تُند و تیز
ساحل تجھے عطا ہو تو ساحل نہ کر قبول
کھویا نہ جا صَنم کدۂ کائنات میں
محفل گداز! گرمیِ محفل نہ کر قبول![20]

اقبال کے ہاں عشق ایک زبردست قوت ہے ایک الہامی و وجدانی طاقت جو انسان کو روبہ عمل رکھتے ہوئے اس کی خوابیدہ صلاحیتوں کو بیدار کرتی ہوئی خود شناسی، تکمیل خودی اور کمالِ خودی سے ہوتے ہوئے انسان کو مردِ کامل بناتی ہے جو کہ عظمت انسانی کی سب سے بڑی دلیل ہے۔ اقبال کا سوز و ساز، اس کا ذوق و شوق، خودی کی تکمیل اور اس کا ظہور عظمت انسانی کا سبب ہیں۔

خودی کی جلوتوں میں مصطفائی
خودی کی خلوتوں میں کبریائی
زمین و آسمان و کرسی و عرش
خودی کی زد میں ہے ساری خدائی[21]

اقبال کے برعکس، حافظ کا انسان تقدیر کے ہاتھوں اسیر ہے۔ وہ نہ تو اپنی اصلاح احوال پر قادر ہے اور نہ ہی دنیا میں کوئی انقلاب لا سکتا ہے۔ لیکن اقبال کے نظریہ تقدیر اور عشق میں اتنی قوت ہے جو انسان کو روبہ عمل رکھتی ہے۔ اقبال

کے نزدیک چلتے رہنا ہی زندگی ہے؛ رک جانا موت ہے۔ عشق، عمل پیہم کا دوسرا نام ہے۔ سفر کی کٹھنائیاں اور تنہائیاں، شوق در شوق سے ہی سر ہو سکتی ہیں۔یہی وجہ ہے کہ اقبال کا انسان کوہساروں، ریگزاروں اور صحراؤں کا سفر بھی کرتا ہے۔ بالفاظِ دیگر زندگی کٹھن، ویران اور بے سمت ہو جاتی ہے۔ ذات کی تکمیل، خاک سے نمو پا کر مٹی کے سینے سے باہر آنے، سمندروں کی گہرائی سے گوہر آبدار نکالتے پہاڑوں کو توڑ کر نہر نکالنے کے مترادف ہے یہ عمل سخت کوشی و جانفشانی سے تعبیر ہے۔اس کام کے لیے حوصلہ و ہمت درکار ہے۔ کوہ وبیاباں میں منزل کا تعین کرکے راہیں کھوجنے کا عمل، تسخیر ذات سے تسخیر کائنات کا سفر کارِ کار گزاراں ہے۔اقبال کے عشق میں کوئی منزل آخری منزل نہیں۔ یہ سفر ناتمام ہے اور طلب ہمیشہ باقی رہتی ہے یہی کیفیت تشنگی کو جنم دیتی ہے۔اور تشنگی بذات خود تسخیر کا محرک ہے؛ تسخیر ذات اور تسخیر کائنات۔ عشق وخودی کا سفر، عالم لاہوت تک رسائی، مردِ مومن کی طاقت، انسانیت کی راہنمائی، افلاک کی حدوں سے پرے کا عالم، گویا اللہ کی طاقت اقبال کے عشق کی بدولت زمین پر اتر آتی ہے اور فرد و اجتماع کو راستہ دکھاتی ہوئی منزل کی طرف لے جاتی ہے۔ ایک منزل اگلی منزل کا سراغ دیتی ہے۔ یہ لامتناہی سفر جاری وساری رہتا ہے جس میں زمان ومکاں کی حدود و قیود نہیں یہی عشق شرفِ انسانی کا باعث ہے۔

عشق کی تقویم میں عصر رواں کے سوا
اور زمانے بھی ہیں جن کا نہیں کوئی نام
عشق دم جبرئیل ، عشق دلِ مصطفےٰؐ
عشق خدا کا رسولؐ ، عشق خدا کا کلام
عشقِ فقیہہ حرم عشق امیرِ جنود
عشق ہے ابن السبیل ، اس کے ہزاروں مقام[22]

اسی باعث انسان زمین میں خدا کا خلیفہ ہے۔وہ بوجھ جو کائناتِ ارضی و سماوی میں کوئی مخلوق نہ اُٹھا سکی، وہ انسان نے اٹھا لیا۔ بے شک قرآن نے اسے ظلم و جہالت سے تعبیر کیا لیکن اس سے عہدہ برآ ہونا عشق کی بدولت ہی ممکن ہے۔انسان جب مادیت و روحانیت کے راز افشا کرتا ہے توآسماں عظمتِ انسانی پر ورطۂ حیرت میں آجاتا ہے انسان خاک سے بنا ہے لیکن فرشتوں سے بالاتر ہے۔کائنات کی رونق انسان کے دم سے ہے۔

قصور وار غریب الدیار ہوں لیکن　　　ترا خرابہ فرشتے نہ کرسکے آباد[23]

7. تحلیلی جائزہ

اس میں شک نہیں کہ حافظ اور اقبال دنوں کا نظریۂ عشق اُن کے نظریۂ تقدیر سے متاثر ہے۔یہی وجہ ہے کہ حافظ صحرائے مصلا میں رکناباد کی نہر کے کنارے کے طلبِ بادہ و جام میں محو نظر آتے ہیں تو علامہ اقبال ستاروں سے آگے جہاں ڈھونڈتے ہیں۔ تاہم اس حوالے سے حافظ اور اقبال کے مقائسہ میں ان دونوں شعرا کے دور کے تہذیبی، تاریخی اور اخلاقی حالات کو بھی سامنے رکھنا پڑے گا۔ حافظ کا سامنا ایسے حالات سے نہ تھا جن سے اقبال کا سامنا ہوا۔ حافظ کے عصر و مصر میں کوئی استعماری استحصال طاقت حاکم نہیں ہے۔اقبال کے دیار میں حالات مختلف ہیں۔ مسلمانوں پسماندہ اور انگریز کے غلام ہیں۔انہیں اپنے قومی اور اسلامی تشخص کی بقا کا مسئلہ درپیش ہے۔

پس حافظ اور اقبال کی شاعری میں ان کے دور کی سماجی سیاسی فضا کی دخالت کو نظرانداز نہیں کیا جاسکتا اور نہ ہی ان پر تنقید کے دوران اِس عامل کو نظرانداز کیا جاسکتا ہے۔ لہٰذا حافظ اور اقبال کا بغیر ان کے سماجی سیاسی دور کو مد نظر رکھے مقائسہ، ایک حد تک نادرست مقائسہ ہے۔ کیا معلوم اگر حافظ ان حالات میں بس رہے ہوتے جن میں اقبال تھے تو ان کے کلام میں بھی جہدِ مسلسل کا عنصر ڈھونڈ نکالا جاتا۔ اس حوالے سے ڈاکٹر سید عبداللہ نے بجا طور پر یہ یاددہانی کروائی ہے کہ: ”اقبال کے مقابلے میں حافظ کا زمانہ مختلف تھا۔ ان کے زمانے کی تمدنی روح اور تہذیبی غائت بھی مختلف تھی۔ ان کے زمانے کے لوگ ان مسائل سے دوچار ہی نہ تھے جو اقبال کے زمانے میں پیدا ہوئے۔ ان کا علمی اور تہذیبی ماحول میں بھی یہ نہ تھا جو نئے حالات اور مغربی طاقتوں کے استیلا نے اقبال کے زمانے میں مشرق و مغرب میں پیدا کر دیا تھا۔ غرض حافظ کا دور اُن کا اپنا دور اور ان کی عصری روح بالکل مختص النوع اور جداگانہ تھی۔“(24)

حافظ اور اقبال میں اتنا تضاد بھی نہیں جتنا عموماً زیر بحث آتا ہے اور جس کا پس منظر اسرارِ خودی کا دیباچہ ہے جسے اقبال نے دوسرے ایڈیشن میں حذف کر دیا تھا۔ حافظ بھی اقبال کی طرح صداقت کے علمبردار ہیں۔ حافظ پہ جو عیش کوشی اور بادہ و جام کا الزام ہے تو یہ دراصل شاعرانہ رمزی پیرایہ ہے جس سے حافظ کو محروم نہیں کیا جاسکتا۔ حافظ کے عیش اور خوش باشی پر غور کیا جائے تو پس پردہ زندگی کی تلخیاں اور سخت کوشیاں نظر آتی ہیں۔ حافظ کے فن میں بھی درد والم، گردشِ ایام کا نتیجہ ہے جسے وہ خوش دلی سے برداشت کر کے آگے گزر جانے کی تلقین کرتے ہیں۔ یہ بہت بڑے اور پختہ فن کی علامت ہے جہاں ہر فنکار کو رسائی حاصل نہیں ہوتی۔

هنگامِ تنگ دستی در باده کوش مستی

این کیمیائے هستی قاروں کند گدا را[25]

ترجمہ: " تنگ دستی کے وقت مستی اور عیش میں لگ جا کہ دنیا کی یہ کیمیا فقیر کو قارون بنا دیتی ہے۔"

حافظ کے ہاں ایک اضطراب اور ناآسودگی بھی ہے جو کہ انسانیت کے ارتقا کے لیے ضروری ہے۔ زندگی کے نشیب و فراز، مصائب و حوادث محرومیاں، نارسائیاں، زندگی کی دھوپ چھاؤں ایک فنکار کو پختہ اور لازوال بنا دیتی ہے۔ حافظ ایک دیانتدار، کم آزاد، خوددار، مخلص، بے ریا اور ہمدرد ماحول کی تشکیل چاہتے ہیں۔ جہاں انسانیت پنپ سکے اور ایسے مثالی معاشرے کے قیام میں درپیش مشکلات و مصائب سے بخوبی آگاہ ہیں۔اس لیے شاعر کا تخیل تھوڑی دیر کے لیے بادہ و جام کی سرمستی میں ریاکار اور فتنہ پرور معاشرے سے دور رہنے کی تلقین کرتا ہے جہاں انسانی اقدار مٹ رہی ہیں:

دریں زمانه رفیقے که خالی از خلیل است

صراحئ مے ناب و سفینهٔ غزل است[26]

ترجمہ: "یہ زمانہ جو کہ خلیل سے خالی ہے اس میں رفیق مل جانا ایسے ہے جیسے خالص شراب کی صراحی اور غزل کی کتاب۔"

8. نتیجہ

مذکورہ بالا مباحث کی روشنی میں درج ذیل نتائج اخذ کیے جا سکتے ہیں:

1) اقبال اور حافظ، دونوں کے ہاں دل اور عشق، تجلّی اور نظّارہ، جذب و مستی اور کیف و وجد کے یکساں تصوّرات ملتے ہیں۔
2) اقبال کی شاعری، بالخصوص عشقِ الٰہی کے تصوّر پر حافظ کی تاثیر واضح طور پر دیکھی جا سکتی ہے۔
3) اقبال کا نظریۂ تقدیر، انسان کو صاحبِ ارادہ اور بااختیار پیش کرتا ہے۔ اس معاملہ میں حافظ پر اقبال کو واضح فوقیت حاصل ہے۔
4) اقبال کے عشق میں جُہدِ مسلسل کا جو عنصر نظر آتا ہے وہ حافظ کے ہاں مفقود ہے۔

*****

References

1. Shams-ud-Din Hafiz Shirazi, Hafiz Sheerazi, *Diwan-e Hafiz*, trans. Maolana Qazi Sajjad Hussain (Lahore: Progressive Books. Nd), 91.

شمس الدین، حافظ شیرازی، *دیوان حافظ* ، مترجم: مولانا قاضی سجاد حسین صاحب (لاہور, پروگریسو بکس، ندارد)، 91۔

2. Ibid, 170.

ایضاً، 170۔

3. Ibid.

ایضاً۔

4. Hafiz Sheerazi, *Diwan-e Hafiz*, 72.

حافظ شیرازی، *دیوانِ حافظ*، 72۔

5. Ibid, 227.

ایضاً، 227۔

6. Yusuf Hussain Khan, *Hafiz aur Iqbal* (New Delhi: Ghalib Academy, 1979), 215.

یوسف حسین خاں، *حافظ اور اقبال* (نئ دہلی، غالب اکیڈمی، 1976ء)، 215۔

7. Allama Muhammad Iqbal, *Kulliyāt-e Iqbal Urdu* (Lahore: al-Faisal Publishers, 20014), 26, 260.

علامہ محمد اقبالؒ، *کلیاتِ اقبال اردو* (لاہور، الفیصل ناشران وتاجران کتب، 2004ء)، 26، 260۔

8. Ibid, 419/39.

ایضاً، 419،39۔

9. Ibid, 180/560.

ایضا، 560،180۔

10. Ibid, 68/302.

ایضاً، 302،68۔

11. Ibid, 47/281.

ایضاً، 281،47۔

12. Hafiz Sheerazi, *Diwan-e Hafiz*, 287.

حافظ شیرازی، *دیوانِ حافظ*، 287۔

13. Ibid, 288.

ایضاً، 288۔

14. Allama Muhammad Iqbal, *Kulliyāt-e Iqbal Urdu*, 42/422.

محمد اقبالؒ،کلیاتِ اقبال اردو، 42،422۔

15. Ibid, 38/418.

ایضا،38،418۔

16. Hafiz Sheerazi, *Diwan-e Hafiz*, 30.

حافظ شیرازی، دیوانِ حافظ، 30۔

17. Dr. Muhammad Riaz, *Iqbal aur Farsi Sha'ra* (Lahore: Iqbal Academy Pakistan, 1977), 186.

ڈاکٹر محمد ریاض،اقبال اور فارسی شعرا(لاہور، اقبال اکادمی پاکستان، 1977ء)،186۔

18. Dr. Syed Muhammad Akram Ikram, *Iqbal aik Tehrīk* (Lahore: Sho'ba Iqbaliyat Punjab University, 2004), 169.

ڈاکٹر سید محمد اکرم اکرام،اقبال ایک تحریک(لاہور، شعبہ اقبالیات پنجاب یونیورسٹی،2004ء)،169۔

19. Prof. Muhammad Maloor, *Allama Iqbal ki farsi Ghazl* (Karachi: Civil and Military Press, 1977), 57.

پروفیسر محمد منور،علامہ اقبال کی فارسی غزل(کراچی، سول اینڈ ملٹری پریس، 1977ء)،57۔

20. Allama Muhammad Iqbal, *Kulliyāt-e Iqbal Urdu*, 63/443.

محمد اقبالؒ،کلیاتِ اقبال اردو،443/63۔

21. Ibid, 67/301.

ایضا،301/67۔

22. Ibid, 77/311.

ایضاً،311/77۔

23. Ibid, 7/214.

ایضاً،7/214۔

24. Dr. Syed Abdullah, *Masaiel-e Iqbal* (Lahore, West Pakistan Urdu Academy, 1974), 45.

ڈاکٹر سید عبداللہ،مسائل اقبال(لاہور، مغربی پاکستان اردو اکیڈمی،1974ء)،45۔

25. Hafiz Sheerazi, *Diwan-e Hafiz, 33.*

حافظ شیرازی، دیوانِ حافظ، 33۔

26. Ibid, 73.

ایضاً،73۔